بسلسلۂ فتنۂ تکفیر

مولنا شبیر احمد عثمانی کا ایک خط اور اس پر تبصرہ

اشاعت گذشتہ میں تکفیر کے جس فتوے پر اظہار خیال کیا گیا تھا، اس کے متعلق جناب مولنا شبیر احمد صاحب عثمانی کے ایک شاگرد نے ہم کو مولنا کی ایک تحریر لاکر دی ہے جس میں مولنا نے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ تحریر در اصل ایک خط ہے جو مولنا نے اپنے ایک نیاز مند خاص کو لکھا تھا، مگر جن صاحب کے ذریعہ سے یہ خط ہم کو ملا ہے ان کا بیان ہے کہ وہ مولنا سے اس کو شائع کرنے کی اجازت حاصل کر چکے ہیں۔ لہذا ہم پہلے اس کو درج کرنے کے بعد اس پر ایک مختصر تبصرہ کریں گے۔

جناب مولنا تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے اوروں سے بحث نہیں، اپنی عبارت سے سروکار ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ الاصلاح والوں نے سہام ملام کا ہدف مجھے ہی سب سے زیادہ کیوں بنا رکھا ہے میری عبارت پڑھ جائیے، نہ کسی خاص شخص کا نام ہے نہ مستفتی نے ہم کو جو استفتاء دکھلایا تھا اس میں مولنا حمید الدین اور علامہ شبلی کا نام تھا، میں نے یہی لکھا ہے کہ اگر یہ خیالات و مقالات کسی شخص کے متعین ہو جائیں تو بیشک یہ الحاد و زندقہ ہے۔ ان سے احتراز واجب ہے۔ آسان بات تھی کہ یہ ثابت کر دیا جاتا کہ فلاں فلاں حضرات کے یہ عقائد نہیں، چلئے چھٹی ہوئی کم از کم مجھکو اس سے کچھ تعرض نہ رہتا

بلکہ خوشی ہوتی، کیونکہ مستفتی صاحب کو معلوم ہے کہ میں نے اتنی عبارت ہی بحد کراہیت سے لکھی تھی۔ اپنا اصول یہ ہے کہ اس طرح کی بحثوں سے تا بحد امکان علیحدہ رہے۔

مولنا حمید الدین صاحب کی کتابیں میں نے نہیں دیکھیں۔ ایک مرتبہ سرسری ملاقات ہوئی ہے، زیادہ احوال معلوم نہیں ہو سکے آپ نے جو کچھ ان کی عبادت و زہد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں، نہ مزید شہادت کی ضرورت ہے، میں کم از کم اپنے سے زیادہ آپ کو ثقہ سمجھتا ہوں۔

البتہ اہل علم جانتے ہیں کہ ان احوال کو نفس کفر و ایمان کی اساسی بحث میں دخل نہیں۔ یہ احوال بعض اوقات ایمان شرعی سے مفارق بھی ہو سکتے ہیں! دیکھیے یہ ان پر تعریض نہ سمجھیے۔ میں عام مسئلہ کی حثیت سے عرض کر رہا ہوں۔ اب گذارش یہ ہے کہ الاصلاح والوں نے اپنے بعض رسائل اور اصل عبارات کی نقول میرے پاس بھیجی ہیں۔ مولنا حمید الدین فراہی کی جن دو عبارتوں پر مفتیان عظام نے تکفیر کی بنا رکھی تھی، میں غور و تامل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ سوءِ تعبیر اور سماجت عنوان سے یہ عبارات خالی نہیں لیکن موجب تکفیر نہیں ہو سکتیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) رہا مصنف الکلام کا معاملہ تو میں نے انکی تصانیف خود پڑھی ہیں۔ بلاشبہ مستفتی نے بعض عبارات ایسی نقل کی ہیں جس میں ان کا عقیدہ مذکور نہ تھا بلکہ ملاحدہ کے اقوال تھے۔ مگر یہ دعویٰ کرنا درست نہیں کہ سب عبارات کا یہی حال ہے۔ میں خواہ مخواہ اس بحث کو طول دینا پسند نہیں کرتا۔ صرف الکلام صنٓ کی عبارت ذیل کی طرف توجہ دلاتا ہوں!

"وجود باری"

"خدا کے اثبات پر قدماء اس طرح استدلال کرتے تھے کہ عالم حادث ہے اور جو چیز حادث ہے یعنی ازلی نہیں ہے وہ کسی علت کی محتاج ہے اور یہی علت خدا ہے۔ اس استدلال

کا دوسرا مقدمہ بدیہی ہے۔ پہلے مقدمہ پر یہ استدلال کیا جاتا تھا کہ عالم میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور جو چیز تغیر پذیر ہے وہ حادث ہے۔ یہ استدلال بظاہر نہایت صاف اور واضح تھا اور اس لیے اس کی زیادہ چھان بین نہیں کی گئی لیکن وہ فی الواقع صحیح نہ تھا تمام چیزیں جو عالم میں موجود ہیں، دو چیزوں کا مجموعہ ہیں، مادہ اور ایک خاص صورت۔ جو چیز بدلتی رہتی اور تغیر پذیر ہے وہ صرف صورت ہے، اصل مادہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کوئی چیز جب فنا ہوتی ہے تو صرف اس کی صورت فنا ہوتی ہے اصل مادہ کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ ایک کاغذ کو جلا دو کاغذ جل کر راکھ ہو جائیگا۔ اب کاغذ فنا ہو گیا لیکن راکھ موجود ہے جو اصل مادہ کی ایک دوسری صورت ہے۔ راکھ کو برباد کرو کسی نہ کسی صورت میں وہ قائم رہے گی، غرض جو چیز حادث ہے وہ صرف صورت ہے۔ اصل مادہ کے حادث ہونے پر نہ کوئی تجربہ پیش کیا جا سکتا ہے نہ کوئی استدلال قائم کیا جا سکتا ہے اس بنا پر عالم کو حادث کہنا صورت کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن مادہ کے لحاظ سے صحیح نہیں اور جب عالم کا حدوث ثابت نہیں تو استدلال بھی صحیح نہیں ارسطو نے اسی اعتراض کے لحاظ سے استدلال کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔"

یہ عبارت کسی دوسرے کی نقل و حکایت نہیں نہ مجارات خصم کے لیے علی سبیل التنزل کسی چیز کو فرض کیا گیا ہے، بلکہ خود مصنف اپنی طرف سے تحقیق و تنقیح کر رہا ہے۔ اور دوسروں کے استدلال کو جو ایک صحیح مدعا کے ساتھ کیا جا رہا تھا اپنے مزعومات کی بنا پر رد کرنا چاہتا ہے یہی عبارت اس کی دلیل ہے کہ صفحہ ۵۴ کی عبارت ذیل میں جو چیز تسلیم کی ہے وہ محض بطور فرض محال نہیں لکھتے ہیں۔

"ہمکو اس سے انکار نہیں کہ عالم اجزائے دیمقراطیسی سے بنا ہے، ہمکو یہ بھی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے، جیسا کہ خود مسلمانوں کے ایک بڑے فرقہ معتزلہ اور حکمائے اسلام فارابی، ابن سینا

اور ابن رشد کی رائے ہے۔ بلکہ جیسا کہ ابن رشد نے تلخیص المقال میں لکھا ہے خود قرآن مجید کی ان آیتوں سے (ان السموٰت والارض کانتا رتقا۔ وکان عرشہ علی الماء ثم استوی الی السماء وھی دخان) یہی متبادر ہوتا ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ کے اجزا متحرک ہیں حرکت مادہ کی ذاتیات میں سے ہے مختلف قوانین قدرت ہیں جن کے موافق اجزا باہم ملتے ہیں۔ ترکیب پاتے ہیں اور پھر ان میں خاص خاص قوی اور خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن کائنات کا عقدہ ان باتوں سے بھی حل نہیں ہوتا"

کیا عبارات بالا کے خلاف کسی جگہ اپنی کسی پچھلی تصنیف میں مادہ اور حرکت وغیرہ کے حدوث کی تصریح کی ہے اور اس خیال سے رجوع کر لیا ہے کم از کم میری نظر سے نہیں گذرا۔ اگر ایسا ہوا ہو تو انتہائی مسرت وطمانیت کا موجب ہے۔ غرض آنی ہے کہ تکفیر مسلم میں (معاذ اللہ) بندہ کو کوئی دلچسپی نہیں نہ میں اشخاص خصوصاً مشاہیر کی بحث میں الجھنا چاہتا ہوں الا یہ کہ ملجاؤ مکرہ کی حد تک پہنچا دیا جاؤں۔ اگر یہ شغل محبوب ہوتا اور بریلویوں کا رنگ (خدا نکردہ)، قبول کر لیا جاتا تو اس داستان کو طویل بنا لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ جو دلخراش جملے اور تفرعن آمیز تلمیحات جرائد میں الاصلاح والوں کی طرف سے استعمال ہو رہی ہیں وہ اللہ کے سپرد ہیں وہی ہماری سب کی نیات پر مطلع ہے اور بندہ بھی باوجود خاطی و عاصی ہونے کے کچھ نہ کچھ خوف خدا دل میں رکھتا ہے۔ ساتھ ہی کسی کی مدح سرائی کی تمنا یا تجہیل و تحمیق کا اندیشہ الحمدللہ اظہار حق میں کبھی مانع نہیں ہوا۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ آئندہ بھی مانع نہ ہو"

[اس تحریر میں صرف ایک چیز ہے جس کو دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی، اور وہ یہ ہے کہ جناب مولانا نے کم از کم مولانا حمید الدین فراہی کے متعلق یہ تسلیم فرما لیا کہ انکی جن عبارات پر تکفیر کا فتویٰ دیا گیا تھا وہ بجائے خود موجب تکفیر نہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مولٰنا نے اب بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ دراصل ان سے کس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے؟ ایک خدا ترس مسلمان اور ایک ذمہ دار عالم دین کی حیثیت سے ان کا فرض کیا تھا اور انہوں نے واقع میں کیا کیا؟ وہ جس قسم کی توجیہیں پیش فرما رہے ہیں، ممکن ہے کہ وہ بندوں کو خاموش کرنے کے لیے اچھی تاویل وحجت ہوں، مگر ہمیں خوف ہے کہ خدا کی عدالت میں یہ توجیہیں کام نہیں آسکیں گی۔ اس لیے ہم ایک مرتبہ پھر احقاق حق کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ مولٰنا اپنے اصلی گناہ کو سمجھ کر تاویل وحجت کے بجائے توبہ واستغفار فرمائیں اور آیندہ اس کے اعادہ سے مجتنب رہیں۔

یہ بالکل بجا ارشاد ہے کہ مستفتی نے استفتا میں مولانا شبلی اور مولٰنا حمید الدین کے نام نہیں لکھے تھے بلکہ اس نے صرف عبارتیں پیش کرکے فتویٰ لیا اور بعد میں ان دونوں حضرات کے نام لکھ کر اس فتوے کو شائع کر دیا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جناب والا کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہندوستان میں بالعموم تکفیر کے فتوے کس غرض کے لیے اور کن کن ترکیبوں سے لیے جاتے ہیں؟ آپ حضرات تو خود ایسے فتووں کے زخم خوردہ ہیں۔ بڑے بڑے زندہ اور مردہ علماء ومشائخ پر اس سے پہلے جو فتوے لکھوائے جاچکے ہیں، اور خود دیوبند کے اکابر کے خلاف جو فتوے صادر ہوچکے ہیں، کیا وہ سب خالص نیک نیتی کے ساتھ اصلاح خیال کی غرض سے لیے گئے تھے؟ یا ان کی اصل غرض یہ تھی کہ ایک جماعت کے خلاف بدگمانیاں پھیلا کر مسلمانوں میں اس کو ساقط الاعتبار کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں خود اپنا اعتبار قائم کیا جائے؟ سابق کے تمام تجربات گواہ ہیں کہ اس قسم کے فتوے اسی دوسری غرض کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں اور ان میں اکثر ناموں کو چھپا کر اور اصل عبارتوں کو کاٹ چھانٹ کر استفتاء کیا جاتا ہے جب یہ حالات آپ کو معلوم تھے تو کیا احتیاط کا مقتضیٰ یہ نہ تھا کہ آپ مستفتی سے مطالبہ کرتے کہ وہ ان لوگوں کے نام ظاہر کرے

جن کی عبارتیں وہ پیش کر رہا ہے؟ آخر یہ فرض آپ پر کس نے عائد کیا تھا کہ مستفتی جو صورت مسئلہ جس طور پر آپ کے سامنے پیش کرے اُس پر آپ مجبوراً اُسی طرح فتویٰ تحریر فرما دیں؟ دوسرے مسائل میں آپ کا جو طریقہ بھی ہو اس سے ہم کو بحث نہیں۔ مگر تکفیر کے معاملہ میں تو آپ کو سمجھنا چاہیے کہ یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس سے امت میں سخت فتنے پھیل سکتے ہیں اور پھیلائے جا چکے ہیں۔ اس معاملہ میں گم نام عبارتوں پر فتویٰ لکھ کر مستفتی کے حوالہ کر دینا بالکل ایسا ہے جیسے آپ کسی کو اپنا خنجر دے کر اسے مجاز کر دیں کہ آپ کی طرف سے جس کو چاہے ذبح کر دے

آپ فرما سکتے ہیں کہ ہم مفتی ہیں، قاضی نہیں ہیں۔ بالکل درست۔ مگر کیا مفتی اسلام پر تحقیق و تفتیش اور احوال زمانہ کے ملاحظہ، اور مصالح امت کی رعایت کا قطعاً کوئی فرض عائد نہیں ہوتا؟ اور کیا شریعت میں مفتی کو بالکل مستفتی کا پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ مستفتی کے ہر سوال کا جواب ضرور ہی دے اور انہی قیود کے اندر دے جن میں استفتا کیا گیا ہو؟

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جناب والا نے "اگر" اور "تو" کی بہت ہی قانونی قیود کے ساتھ فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ یہ احتیاط بھی شکریہ کے قابل ہے لیکن شاید جناب نے غور نہ فرمایا کہ اس شرط و جزا کے ساتھ فتویٰ لکھ کر مستفتی کے حوالہ کر دینے کے معنی کیا ہیں؟ جناب نے اس کو لکھ دیا کہ "اگر یہ مقالات کسی شخص کے متعین ہو جائیں تو اس کے الحاد و زندقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ایسے زنادقہ کی اعانت بالکل حرام ہے"۔ وہ اس تحریر کو لے گیا اور معاً مستفتی نے قاضی کی حیثیت اختیار کر کے اس نے فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ خیالات و مقالات مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کے متعین ہو گئے، لہٰذا وہ اور ان کے تلامذہ و متبعین زنادقہ ہیں۔ اور ان کی اعانت حرام ہے۔ غور فرمائیے۔ یہ خنجر جو اس نے دو مرحوم مسلمانوں کی قبروں میں اور بہت سے زندہ مسلمانوں کے سینوں میں بھونک دیا کیا یہ جناب ہی کا عطا کردہ نہ تھا؟ اور کیا آپ ہی

نے اس کو اجازت عامہ عطا فرمائی تھی کہ جہاں چاہے آپ کی بتائی ہوئی شرط متعین کر کے
جزا کا خنجر استعمال کر ڈالے؟ اپنی مفتیانہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اتنی عظیم اور خطرناک
بے احتیاطی برتنے کے بعد بھی آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا دامن خون ناحق سے بالکل پاک ہے
پھر عملاً اس احتیاطی کا نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کا اور دوسرے علمائے کرام کا فتویٰ بصورت
رسالہ ایک کثیر تعداد میں شائع کیا گیا۔ اس فتوے کی بنیاد پر اشتہارات طبع کرائے
گئے جن میں مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کی جماعت کے لوگوں کو راجپال (مشہور شاتم
رسول) سے بھی بدتر قرار دیا گیا اور مدرسۃ الاصلاح جیسی خالص دینی درسگاہ کے متعلق لکھا گیا
کہ وہاں سے کفر و الحاد کا دھواں اٹھ رہا ہے اور وہاں کے معلمین نے اسلام کو بیخ و بن
سے اکھاڑنے کے لیے ایک زہریلی اسکیم تیار کی ہے۔ یہ اشتہارات دیہات و قصبات کے
سیدھے سادے مسلمانوں میں تقسیم کیے گئے، ان کے دلوں میں چند مخلص مسلمانوں کے خلاف
نفرت و عداوت کے جذبات بھڑکائے گئے۔ اور ان سے کہا گیا کہ یہی وہ زنادقہ ہیں جن
کی اعانت کو مفتیان عظام نے حرام قرار دیا ہے۔ فرمائیے کہ اس فتنے اور اس ظلم عظیم میں
جو ہتھیار استعمال کیا گیا وہ آپ کا نہیں تو اور کس کا دیا ہوا تھا؟ جائے حیرت ہے کہ اپنے فعل
کے یہ نتائج ظاہر ہو جانے پر بھی آپ شرمسار نہیں ہوتے، توبہ و استغفار نہیں کرتے، بلکہ الٹی شکایت
فرماتے ہیں کہ ہم کو سہام ملامت کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے، ہمارے خلاف دلخراش جملے اور
تفرعن آمیز تلمیحات کیوں استعمال کیے جاتے ہیں، ہماری تجہیل و تحمیق کیوں کی جاتی ہے؟ یا سبحان
اللہ آپ نے تو تکفیر و تفسیق فرمائی ہے جس سے بڑھ کر کوئی زیادتی ایک مسلمان دوسرے
مسلمان پر کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے بعد اگر کسی نے تجہیل و تحمیق کی تو بہت کمی کی جزاء سیئۃ
سیئۃ مثلہا کے قاعدے سے تو وہ اس سے زیادہ کا حق رکھتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں "آسان بات تھی کہ یہ ثابت کر دیا جاتا کہ فلاں فلاں حضرات کے یہ عقائد نہیں، چلیے چھٹی ہوئی"۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اس سے بہت زیادہ آسان بات یہ تھی کہ جناب تحقیق کیے بغیر فتویٰ لکھنے سے انکار فرما دیتے۔ مگر اب کہ آپ فتویٰ دے چکے، اور وہ فتویٰ تعیین اشخاص کے ساتھ شائع بھی کر دیا گیا، اور اس فتوے کی بنا پر گاؤں گاؤں اور قصبہ قصبہ اشتہار بازی بھی ہو چکی، صرف اتنی سی بات سے چھٹی کیوں کر ہو سکتی ہے کہ محض فلاں فلاں حضرات کی صفائی آپ کے سامنے پیش کر دی جائے اور آپ خاموشی کے ساتھ ان کے اسلام کا سرٹیفکٹ دے دیں۔ یہ فتنہ جو آپ کی بے احتیاطی سے مسلمانوں میں پھیل گیا ہے اس کا علاج کون کرے گا؟ یہ نقصان جو آپ کے ہاتھوں سے ایک دینی درسگاہ کو پہنچ گیا ہے اس کی تلافی کون کریگا؟ الاصلاح والے آخر کس جرم کے مجرم ہیں کہ وہ اس کی پاداش میں بدنامی اور اپنے مشن کا نقصان اٹھائیں؟

جناب مولنا کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مولانا حمید الدین کو تو مسلمان تسلیم فرما لیا۔ مگر مولنا شبلی مرحوم ابھی تک ان کی نظر میں زندیق ہیں۔ اس کے ثبوت میں جو عبارات انہوں نے پیش فرمائی ہیں ان کو ہم نے پہلے بھی دیکھا تھا اور اب پھر دیکھا ان میں غلطی ضرور ہے اور الکلام میں ایسی بہت سی غلطیاں موجود ہیں جن کی اصل وجہ یہ ہے کہ مصنف مرحوم زیادہ تر انیسویں صدی کے سائنس سے متاثر تھے اور اس کا بھی انہوں نے کوئی گہرا تنقیدی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ لیکن ان غلطیوں کے باوجود الکلام میں قطعاً کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر اس کے مصنف کو ملحد و زندیق قرار دیا جا سکتا ہو۔ جو شخص مادے کو مخلوق اور خدا کو اس کا خالق مانتا ہو اس کو ملحد و زندیق کہنا کم از کم اس شریعت کی رو سے تو ممکن نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ البتہ اگر کوئی شریعت اس کے بعد نازل

ہوئی ہو جس میں حدوث و قدم کی بنا پر کفر و ایمان کے درمیان از سر نو تمیز قائم کی گئی ہو تو نہ ہم کو اس کا علم ہے اور نہ خداوند علیم و خبیر کو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ علمائے اسلام پر یہ مدرسیت کا استیلا رکب تک رہے گا۔ یونانی فلسفہ کے اثر سے جو علم کلام صدیوں پہلے پیدا ہوا تھا اور اُس علم کی اصطلاحوں میں متکلمین کے ایک خاص گروہ نے اسلامی عقائد کا جو ایک سرکاری بیان مرتب کر دیا تھا، اس کے خلاف جہاں کسی کی زبان سے کوئی لفظ نکلا اور بے تکلف اس کو ملحد، زندیق، کافر کہدیا گیا۔ پھر اس سے کوئی بحث نہیں کی جاتی کہ اس کی نیت کیا ہے، اور اس نیت کے لیے قرآن کے بتائے ہوئے دائرۂ ایمان میں بھی کوئی گنجائش ہے یا نہیں۔ مولانا شبلی نے اگرچہ بعد میں تصریح کے ساتھ یہ اعلان فرما دیا تھا کہ وہ مادے کو حادث مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الاصلاح بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۶ء ص ۲۵) لیکن یہاں ایک اصولی بحث ہے جس کو طے کرنا ضروری ہے۔ بالفرض اگر وہ مادے کو قدیم کہتے ہیں، اور اس کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے (جیسا کہ الکلام میں تصریح لکھا ہے)۔ تو فرمائیے کہ قرآن کی کونسی آیت ہے جس کی رو سے آپ ان کو زندیق قرار دے سکتے ہیں؟

جیسا کہ ہم اپنے پچھلے مضمون میں الکلام کی عبارتوں سے ثابت کر چکے ہیں، مولانا شبلی مرحوم نے دراصل حدوث عالم کا انکار نہیں کیا ہے، بلکہ متکلمین اسلام اور جدید مادہ پرستوں کے دلائل کا موازنہ کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ وجود باری کے اثبات میں حدوث عالم سے جو استدلال کیا گیا تھا، اور جو اب تک ہمارے علم کلام میں سب سے زیادہ مقبول استدلال تھا، وہ زمانۂ حال کے مادیین کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا، اور اب اس کو پیش کرنا اثبات مدعا کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس کی توضیح کے بعد انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ وجود باری اور توحید باری پر بہترین طرز استدلال وہ ہے جو قرآن مجید میں اختیار کیا گیا ہے۔

مولٰنا شبیر احمد صاحب براہ کرم پھر ایک مرتبہ الکلام ملاحظہ فرمائیں اور خاص طور پر صفحہ ۳۵ تا ۳۹ اور صفحہ ۴۵ تا ۶۲ کو بغور پڑھیں۔ ان کو خود معلوم ہو جائے گا کہ غریب مصنف محض اس جرم کا مرتکب ہے کہ وہ متکلمین کے طرز استدلال پر قرآن کے طرز استدلال کو ترجیح دے رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ یہ تحقیق ہو جانے کے بعد بھی مولٰنا ایسے شخص کو زندیق قرار دینے کی جرأت فرمائیں۔

اس تکفیر کے تصفیہ سے ہم کو جو کچھ بھی دلچسپی ہے وہ کسی شخصیت کی خاطر نہیں ہے۔ بلکہ در اصل ہم اس کفر بازی کا دروازہ بند کرنا چاہتے ہیں ہم اپنے پچھلے مضمون میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کی جمعیت کے لیے تکفیر بیجا سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہے۔ اور خصوصاً موجودہ ضعف و انتشار کی حالت میں تو اسلام کے ساتھ بدترین دشمنی اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی تکفیر کو کھیل بنا لیں۔ پس جس قدر بھی قوت اللہ نے ہم کو دی ہے اسے ہم اس فتنے کے سدباب میں صرف کر دیں گے۔ یہی غرض ہے جس کے لیے ہم نے اُن اکابر علماء کے خلاف اظہار خیال کیا جن کی پوری عزت و حرمت ہمارے دل میں بھی اور ہے۔ خود ہمارے اُستاد مولٰنا اشفاق الرحمٰن صاحب ان حضرات میں شریک ہیں جنہوں نے اس فتوے پر دستخط کیے ہیں مگر استاد کے ادب نے بھی ہم کو اس ظلم کی مخالفت سے باز نہ رکھا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہم سے شکایت کرے تو ہم مجبور ہیں کہ اس کی شکایت سے بے پروا ہو کر اپنا فرض انجام دیں۔ اسلام کی محبت ہر محبت پر مقدم اور اسلام کی مصلحت ہر مصلحت سے زیادہ اہم ہے۔